اسلامی حکومت میں متعصّب مستشرقین کے افکار کی اشاعت

سوال: کیا اسلامی ملک میں ان مغربی مستشرقین، غیر مسلم اسکالرز اور پروفیسروں کو تعلیم یا تقریر کے لیے مدعو کیا جاسکتا ہے جنھوں نے اپنے نقطۂ نظر سے اسلام کے موضوعات پر کتابیں لکھتے ہوئے نہ صرف اسلام پر بے جا تنقیدی تبصرے کیے ہیں، بلکہ عمداً یا کم علمی و تعصّب سے اسلامی تاریخ لکھنے میں حضور اکرم ﷺ، اہلِ بیت، خلفائے راشدین، صحابہ کرام وائمہ کرام (جن پر اسلام اور مسلمانوں کو فخر ہے) کی شان میں نازیبا فقرات لکھ کر انھیں ہدفِ ملامت بنایا ہے۔ مثلاً امریکی و برطانوی قابل ترین پروفیسروں کی نظر ثانی شدہ، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بھی دیگر اعتراضات کے علاوہ رسولِ مقبول ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو Concubines (لونڈیاں) لکھا ہے۔ ان میں سے اکثر کے یہاں آکر لکچر اور خطبات دینے اور ان کی تشہیر کرنے پر کیا اسلامی حکومت بالکل پابندی عائد نہ کردے گی؟ ان کتابوں اور زہر آلودہ لٹریچر کی ہماری لائبریریوں میں موجودگی گوارا کی جاسکتی ہے؟ حکومت ان کے جوابات و تردید شائع کرنے، ان کی تصحیح کرانے یا ان سے رجوع کرانے کے لیے کیا اقدام کرسکتی ہے؟

جواب: یہ زمانے کے انقلابات ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ یورپ کے عیسائی اندلس (Spain) جا کر مسلمانوں سے انجیل کا سبق لیا کرتے تھے۔ اب معاملہ الٹا ہوگیا ہے کہ مسلمان یورپ والوں سے پوچھتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اور اسلام کی تاریخ اور اس کی تہذیب کیا ہے۔ حتیٰ کہ عربی زبان بھی مغربی مستشرقین سے سیکھی جاتی ہے۔ مغربی ممالک سے استاد درآمد کرکے ان سے اسلامی تاریخ پڑھوائی جاتی ہے، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ وہ لکھتے ہیں، نہ صرف اسے پڑھا جاتا ہے، بلکہ اس پر ایمان بھی لایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ خود اپنے مذہب اور اس کی تاریخ کے متعلق اپنے ہم مذہبوں کے سوا کسی کی رائے کو ذرّہ برابر بھی دخل دینے کی اجازت نہیں دیتے۔ یہودیوں نے اپنی انسائیکلوپیڈیا Jewish Encyclopaedia شائع کی ہے اور اس میں کوئی ایک مضمون (Article) بھی کسی مسلمان تو درکنار کسی عیسائی مصنّف کا بھی نہیں ہے۔ بائیبل کا ترجمہ بھی یہودیوں نے اپنا کیا ہے۔ عیسائیوں کے ترجمے کو وہ ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس کے برعکس یہودی مصنّفین اسلام کے متعلق مضامین اور کتابیں لکھتے ہیں اور مسلمان ہاتھوں ہاتھ ان کو لیتے ہیں اور ان کا یہ حق مانتے ہیں کہ ہمارے مذہب اور ہماری فقہ اور

ہماری تہذیب اور ہمارے بزرگوں کی تاریخ کے متعلق محققانہ کلام فرمائیں اور ہم یہ چیزیں ان سے سیکھیں۔ یہ صورت حال کسی صحیح اسلامی حکومت میں نہیں رہ سکتی اور نہ رہنی چاہیے اور کوئی وجہ نہیں کہ رہ سکے۔ اسلامی حکومت بھی ہو اور اسلام اور مسلمان یتیم بھی ہوں، یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہیں۔ یہ رویّہ مسلمانوں کی غیر اسلامی حکومت ہی کو مبارک رہے۔ (ترجمان القرآن، نومبر ۱۹۶۱ء)

پاپائے روم کا پیغام اور اُس کا جواب

[پوپ پال ششم (۱۸۹۷ء-۱۹۷۸ء) اٹلی کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد ۱۹۲۰ء میں اُنھوں نے بطور کاہن زندگی کا آغاز کیا تھا۔ وہ وِیٹی کن سیکرٹریٹ میں ۲۵ برس سے زائد عرصے تک متعدّد اہم مناصب پر فائز رہے۔ پوئیس دوازدہم نے ۱۹۵۴ء میں اُنھیں میلان کا آرچ بشپ بنایا۔ ۱۹۵۸ء میں کارڈینل بنائے گئے اور پانچ برس بعد ۱۹۶۳ء میں پوپ منتخب ہوئے۔ وِیٹی کن کونسل دوم جو اُن کے پیش رو نے بلائی تھی، اس کے باقی ماندہ اجلاس اُن کی صدارت میں ہوئے۔ پوپ پال ششم کیتھولک کلیسیا کے پہلے سربراہ تھے جنھوں نے دُنیا کے طویل سفر کیے۔ بیت المقدس، انڈیا، یوگنڈا، فلپائن، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور سوئٹزر لینڈ کا اُنھوں نے مختلف اوقات میں دورہ کیا۔ اُنھوں نے دوسرے مسیحی کلیسیاؤں کے ساتھ روابط بڑھائے اور غیر مسیحی مذاہب سے تعلقات کے لیے ایک سیکرٹریٹ کی بنیاد رکھی۔

غیر مسیحی مذاہب سے قریبی تعلقات قائم کرنے کی خواہش کے تحت دسمبر ۱۹۶۷ء میں پوپ پال ششم نے دُنیا کی تمام دینی جماعتوں کے سربراہوں کے نام ایک پیغام جاری کیا۔ یہ پیغام ڈاکٹر آر-اے- بٹلر کے ذریعے سیّد مودودی کو وصول ہوا۔ ڈاکٹر بٹلر لاہور کے یسوعی مرکز لویولا (Loyola Hall) کے سربراہ تھے۔ (اُن کے سوانحی تعارف کے لیے دیکھیے: Trying to Respond، لاہور: پاکستان جیسوئٹ سوسائٹی، ۱۹۹۴ء) سیّد مودودی نے پوپ کے نام اپنا جواب ارسال کیا اور ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں افادہ عام کے لیے اسے شائع کیا۔ "ترجمان القرآن" میں اشاعت کے وقت سیّد مودودی نے آغاز میں پوپ کے پیغام کا خلاصہ بھی نقل کر دیا تھا۔ ذیل میں سیّد مودودی کا تیار کردہ "خلاصہ" اور اُن کا خط درج کیا جاتا ہے۔ مرتّب]